

ایک علمی سوال اور اس کا جواب

(۳)

از جناب مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب بریل روای

لیکن اس توجیہ میں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں ایک یہ کہ سورہ ہود اور سورہ یونس کے درمیان تہمدی کا جو فرق ظاہر کیا گیا ہے وہ محملِ نظر ہے اسلئے کہ قرآن عزیز میں دونوں سورتوں سے متعلق آیات تہمدی کو ایک ہی معیار سے وابستہ رکھا گیا ہے اور وہ ”افتراء“ ہے (یعنی جبکہ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو خود گھڑ لیا ہے تو پھر ان کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ بھی اس جیسا کلام گھڑ کر پیش کر دیں) اسی لئے دونوں مقامات میں اُن کے مقولہ کی تعبیر ایک ہی طرح کی گئی ہے ”ام یقولون افتراء“ لہذا یہ اشکال پھر لوٹ آتا ہے کہ اگر سورہ یونس کا نزول سورہ ہود سے مقدم ہے تو ”فاتوا بسورۃ من مثله“ کے بعد ”فاتوا بعشر سورۃ مفتریات“ کے کیا معنی؟ اسلئے کہ جو شخص ایک سورت نہیں بنا سکتا وہ دس سورتیں کیسے بنا لایگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر شانِ نزول میں راجح و مرجح کا مقابلہ کر کے ایک فیصلہ کن بات اختیار بھی کر لی جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ صحیح یہی ہے کہ لمحاظ نزول سورہ ہود مقدم ہے اور سورہ یونس مؤخر اور اسلئے دس سورتوں کی تہمدی کا معاملہ پہلے ہے اور ایک سورہ کا بعد میں تب بھی اس توجیہ اور مفسرین کی سابق توجیہ (دونوں کے متعلق ایک سب سے بڑا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام توجیہات اس شخص کیلئے اگرچہ باعث تسکین ہو سکتی ہیں جو سورتوں اور آیتوں کے شانِ نزول پر کما حقہ نظر رکھتا ہے اور جو شخص شانِ نزول سے قطع نظر صرف ترتیبِ قرآنی پر نظر کر کے مسئلہ کو حل کرنا چاہے اس کے سامنے پیدا شدہ اشکال کا آجانا لازمی؟

اسلئے اعجازِ قرآنی اور اسلوبِ حکیمانہ کے پیشِ نظر ان آیات کی توجہ کیلئے طریق پر مبنی چاہئے کہ تلاوتِ قرآن کی الہامی ترتیب کے مطابق بھی اگر کوئی شخص اس مسئلہ کو حل کرنا چاہے تو اس کیلئے بھی قابلِ اطمینان حل نکل آئے۔

اور یہ بات صرف اسی جگہ اہمیت نہیں رکھتی بلکہ قرآنِ عزیز کے تمام مواقع میں بہت اہم ہر اسلئے کہ شانِ نزول ہم کو صرف اس قدر مدد دیکتا ہے کہ اس سے کسی سورت یا کسی آیت کے نزول کی ابتدائی تاریخ معلوم ہو جائے اور یہ پتہ مل جائے کہ اس آیت یا سورت کا مصداق کیسے امور ہو سکتے ہیں تاکہ آئندہ استنباط اور اجتہاد کی راہ سے اس قسم کے تمام امور کو اس آیت یا اس سورۃ کے مصداق بنانے میں مدد مل سکے، اس کو زیادہ شانِ نزول کی افادیت نہیں ہے چنانچہ اسی بنا پر محمدؐ اسلام شاہ ولی اللہؒ تفسیر آیات میں شانِ نزول کی اس قسم کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے قائل نہیں ہیں چنانچہ کسی سورۃ یا کسی آیت کا نزول ایک دوسرے سے مقدم ہو یا موخر ان کے معانی و مطالب میں یہ حقیقت نمایاں رہی چاہے خواہ اس کو شانِ نزول کے لحاظ سے مطالعہ کیا جائے یا قرآنِ عزیز کی ترتیبِ توقیفی کے لحاظ سے دونوں حثیتوں میں اس سورۃ یا آیت کے مفہوم و معنی میں مطابقت باقی رہے اور کسی قسم کا اختلال پیدا نہ ہو۔ ورنہ یہ صورت کہ شانِ نزول سے ایک آیت کے جو معنی سمجھے گئے اس سے قطع نظر جب الہامی ترتیب کے پیشِ نظر اس معنی کے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ معنی نہ بن سکے اور اشکال پیدا ہو گیا کہ کی طرح جائز نہیں۔

پس تفسیر آیات و سورتیں جس شخص کے پیشِ نظر یہ حقیقت رہی کہ وہی تفسیری لغزشوں سے محفوظ رہے گا ورنہ قدم قدم پر اس کیلئے دقتیں اور لغزشیں سنگِ راہ ثابت ہوں گی۔

لہذا اس حقیقت کو اصول بناتے ہوئے آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ عزیز نے اپنے اُن منکول کیلئے جو اس کو خدا کا کلام نہیں مانتے، تحدی اور دعوتِ مقابلہ کا ایسا حکیمانہ اور معجزانہ اسلوب اختیار کیا جس کو ان قوموں اور جماعتوں کے سامنے بھی معقول طریقہ پر پیش کیا جاسکے جو اس نزول کے وقت براہِ راست مخاطب

تھیں اور ان قوموں اور جماعتوں کو بھی صحیح طریق پر چیلنج کیا جا سکے جو اگرچہ بعد میں آنیوالی ہیں لیکن انکار و تمجید میں انگوں ہی کے قدم بقدم ہیں یعنی مشرکین اور یہود و نصاریٰ میں سے جو قویں ابتداءً مخاطب تھیں اور نزول کے وقت انکار و تمجید میں انہماک رکھتی تھیں ان کیلئے سب سے پہلے قصص کی وہ آیت نازل ہوئی جس نے تورات کو قرآن کے ساتھ ملا کر مشرکین مکہ کو مقابلہ کی دعوت دی بعد ازاں سورہ اسراء میں اس تحدیٰ کو چیلنج کو اس طرح دہرا یا کہ تورات سے جدا صرف قرآن عزیزیٰ کو معیار مقابلہ قرار دیا اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کے مطابق اس مرتبہ دعوت مقابلہ کو پہلے سے زیادہ قوی کر دیا یعنی پہلی آیت میں صرف معنوی حثیت اور لفظی معنوی حثیات ملحوظ ہیں سورہ قصص میں کہا تھا ”فَاُولَٰئِكَ تَابَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ اَهْدٰى نَهْجًا“ (تم اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایسی کتاب لا دو جو ان دونوں (قرآن و تورات) سے زیادہ ہادی ہو) اور سورہ اسراء میں کہا ”فَلْيَنْتَظِرْ اِلَّا نَسْجُورَ“ (یا تو انتظار کر یا تو بھٹک و لو کہ ان بعضہم لبعض ظہیر) (یعنی اگر حق و اس (تعلین) سب ملکر بھی قرآن جیسی کتاب بنانا چاہیں تو ان کیلئے ایسا کرنا ناممکن ہے اور اس میں وہ عاجز و دریا نہ رہیں گے) اور جب وہ پورے قرآن کے مقابلہ سے عاجز رہے تو ان پر تخریف کی گئی - اور ہو دیں کہا گیا کہ اگر پورے قرآن کا مقابلہ کرنے سے عاجز و مجبور ہو تو اس جیسی دس ہی سورتیں بنا کر مقابلہ کر دکھاؤ اور جب اس میں بھی وہ ناکام و خاسر رہے تو سورہ یونس میں صرف ایک ہی سورۃ کو (چیلنج) کیلئے منتخب کر دیا کہ چھوٹی سے چھوٹی ایک سورۃ ہی اس کے مقابلہ میں پیش کر دو، اور جبکہ وہ اس دعوت مقابلہ میں بھی ہزیمت خوردہ ہو کر نادم و شرمسار رہ گئے تو اب سدنی زندگی میں یہود و نصاریٰ کے انکار و تمجید کے وقت بھی یہی ایک سورۃ ”دعوت مقابلہ کا معیار قرار پائی تاکہ کسی مخالف کو بھی مجالِ سخن باقی نہ رہے۔

اور بلاشبہ سورہ ہود کا نزول سورہ یونس پر مقدم ہے اور اسلئے تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، بحر محیط، طبری، خازن، اور المنار نے بھی اس کو رائج کہا ہے اور اگر سورہ یونس کو مدنی یا صرف اس آیت کو مدنی تسلیم کر لیا جائے (جیسا کہ بعض ضعیف اقوال سے ثابت ہے) تب بھی تحدیٰ کا اسلوب بیان

اپنی جگہ اسی طرح مستقیم ہے کیونکہ اس شکل میں تحدی کو مضبوط اور محکم بنانے کیلئے بقرہ اور یونس ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

تحدی اور چیلنج کا یہ حکیمانہ اسلوب نزولِ قرآن کے وقت جس طرح مستقیم رہا، اسی طرح کامل نزول کی بعد بھی ترتیب کی اس موجودہ شکل میں بھی مستقیم رہا ہے اور یہ اس طرح کہ قرآن عزیزی کی تلاوت کرنے والا سب سے پہلے سورہ بقرہ کو پڑھتا ہے تو اس کے سامنے یہ مسئلہ آتا ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے اس کلام کو ”کلام اللہ“ نہیں مانتے تو اس کے مقابلہ میں اس جیسی ایک سورہ بنا کر دکھاؤ مگر یہ واضح رہے کہ تم ساری کائنات کو بھی صبح کر کے اس کے مقابلہ کی کوشش کرو گے تب بھی ناکام اور نامراد رہو گے اس کے بعد وہ سورہ یونس کی تلاوت کرتا ہے تو اس میں مخالفین کا یہ اعتراض سنتا ہے کہ قرآن ایک افتراء ہے جو (العیاذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی جانب منسوب کر دیا ہے تو پھر اس کے جواب میں قرآن عزیزی کی اس تحدی (چیلنج) کو بھی دیکھتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمہارے قول کے مطابق یہ افتراء ہے تب تو مقابلہ بہت زیادہ آسان ہے لہذا تم کو چاہئے کہ ایک سورہ ہی گھر کر اس کے مقابلہ میں پیش کر دو تاکہ قرآن کا دعویٰ ”کلام اللہ“ جھوٹ ثابت ہو جائے مگر مخالفین کو یہ کہنے کا موقع بھی رہتا تھا کہ ہم مقابلہ کرنے کیلئے تو آمادہ ہیں لیکن ایسے قرآن کا مقابلہ جو مختلف مباحث کھتا ہو، کہ ایک جانب اگر اقوام باضنیہ کے وقائع ہیں تو دوسری جانب احکام و قوانین اور اگر ایک طرف اعتقادات و ایمانیات (الہیات) کی بحثیں ہیں تو دوسری جانب اعمال و اخلاق کی تفصیلات و تشریحات اور کی جگہ آیاتِ حکمت کا تذکرہ تو کسی مقام پر تشابہات کا ذکر ہے لہذا ہم کو اتنی وسعت تو ملنی چاہئے کہ اس جیسی کتاب کے مقابلہ کو صرف ایک سورہ ہی میں محدود کر دیا جائے تب قرآن عزیزی نے ان کو یہ سہولت دینے کیلئے اُس عدد کو تحدی کیلئے منتخب فرمایا جو اہل عرب کے یہاں کثرتِ تعدد کیلئے عام طور پر بولا جاتا ہے یعنی فَاْتُبْعُوا سُورَ مَفْتَرِيَاتٍ یعنی جاؤ دس سورتیں ایسی بنا لاؤ جو من گھڑت ہوں اور قرآن کا مقابلہ کرتی ہوں مگر وائے ناکامی کہ وہ اس سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکے اور دعوتِ مقابلہ کا کوئی جواب دینے سے قطعاً عاجز رہے مگر اپنے غمزہ اور

اپنی درماندگی و بیچارگی کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کیلئے اس مرتبہ وہ یہ غذر کر سکتے تھے کہ دعوتِ مقابلہ میں گو وسعتِ ضرور پیدا کر دی گئی تاہم قرآن میں بیان کردہ مطالب اور اسکی اس قدر کٹریہ جھوٹی بڑی سورتوں کے مختلف اسالیبِ بیان کے پیشِ نظر دس سورتوں کی تحدید بھی قرینِ انصاف نہیں ہے ہم مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہیں اور دعوتِ مقابلہ کو قبول کرنے میں کوئی جھجک بھی اپنے اندر نہیں پاتے لیکن یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہم کو یہ اجازت ہونی چاہئے کہ اس جیسے قرآن کا پورا پورا مقابلہ کر کے دکھائیں تاکہ مقابلہ کی قوت کا صحیح احساس ہو سکے ورنہ تو ایک سورۃ یا دس سورتوں کے پیش کرنے میں ممکن ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے یہ کہہ دیا جائے کہ ان میں قرآنِ عزیز کا فلالِ اسلوبِ بیان نہیں پایا جاتا فلالِ بحثِ تشنہ ہوا و عبارت کا یہ انداز بھی ناقص ہے لہذا مقابلہ بھی ناقص ہے پس درجاتِ مقابلہ کے اس فطری سوال کو سامنے رکھ کر جب قاری قرآنِ عزیز کی تلاوت کرتا ہو تو سورۃ اسری میں یہ بات ہے کہ ”لئن اجتمعت الائنس والجن علی ان یاأوتامثل هذا القرآن لایأتون بمثله ولو کان بعضهم بعضاً ظہیرا“ (یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اگر جن وانس سب مل کر بھی چاہیں کہ قرآن جی کتاب بنالیں تو ایک دوسرے کی پوری پوری مدد کے باوجود بھی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یعنی اپنے خیال کے مطابق تم پورے قرآن کا مقابلہ کر سکتے ہو تو ضرور ایسا کرو قرآن اس کیلئے بھی تم کو ہمت دیتا ہے مگر قرآن تم پر یہ واضح کئے دیتا ہے کہ ساری کائنات کے جن وانس بھی مل کر چاہیں کہ اس کا مقابلہ کریں تو ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔

اس مقام تک پہنچ کر بھی جب وہ دعوتِ مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور ان کا انکار بے دلیل ہو کر رہ گیا تو نہ امت و نہ م کو بالائے طاق رکھ کر ہم قسم کی ایذا اور نکالیف کا سلسلہ جاری رکھا مگر اہل زبان اور فصاحت و بلاغت کے مالک ہونے کے باوجود نہ ایک سورۃ بٹل سکے نہ دس سورتیں اور نہ پورا قرآن۔

اور چونکہ مشرکین کے ساتھ قرآن کے ماننے نہ ماننے کی بحث میں ضمنا توراۃ کا تذکرہ بھی آجاتا تھا اور مشرکین نے دونوں کو جادو بتا دیا تھا۔ ادھر یہود و نصاریٰ اگرچہ توراۃ کو خدا کی منزل کتاب مانتے تھے مگر قرآن کے کتاب اللہ ہونے کے انکار میں مشرکین کے ہموا تھے اس لئے سورۃ قصص میں دونوں جاعثوں

کی عبرت و بصیرت کیلئے پورے قرآن کیلئے دعوتِ مقابلہ کو دہرتے ہوئے یہ فرمایا ”قل فاتوا بکتاب من عند اللہ“ ہوا ہدیٰ منہما اتبعہ ان کنتم صدقین“ آپ کہہ دیجئے: آپ تم اللہ کے پاس سے ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہادی ہو اگر تم سچے ہو یعنی مشرکین کو تو اس آیت میں یہ تحدیٰ کی کہ قرآنِ عزیز جو نظم و معانی دونوں اعتبار سے معجز ہے تم اس کا مقابلہ تو کیا کرو گے۔ اتنا ہی کہو کہ توراۃ اور قرآن کے بیان کردہ قوانین ہدایت سے بہتر ہدایت کے قوانین خدا کے پاس سے لے آؤ تاکہ تم سچے ثابت ہو اور (العیاذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ باطل ہو جائے۔

اور یہ دو نصاریٰ کو عبرت و بصیرت کا یہ سبق دیا کہ جس طرح تمہارے نزدیک توراۃ کے متعلق منکرین کا انکار بے دلیل انکار ہے اسی طرح قرآن کے کلام اللہ نہ ماننے میں تم نے بھی مشرکین ہی کی عصیّتِ جاہلیت کو برتا اور ان کی گمراہ کن تقلید اختیار کی ہے کاش کہ تم یہ سمجھتے کہ اگر توراۃ کے متعلق یہ دعویٰ حق ہے کہ وہ ”من عند اللہ“ ہے اور بلاشبہ حق ہے تو پھر قرآن جو کہ معانی و مطالب اور نظم و الفاظ دونوں لحاظ سے توراۃ سے زیادہ جامع و مانع اور کامل و مکمل اور معجز ہے اور جو پورے قرآن سے لیکر ایک سورۃ اور ایک سورۃ سے لیکر پورے قرآن کیلئے تا قیام قیامت دعوتِ مقابلہ دے رہا ہے تو اس کو خدا کا کلام تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی بجا تعصب اور بے دلیل جھوٹا انکار نہیں تو اور کیلئے؟ فاعندوا یا اولیٰ الالبصار۔

الحاصل قرآنِ عزیز نے منکرین اور جاہلین کیلئے تحدیٰ (چیلنج) اور دعوتِ مقابلہ کا جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ شانِ نزول اور الہامی ترتیب دونوں اعتبارات سے بغیر کسی شک و شبہ اور اشکال و ایراد کے معقول اور عملی نقطہ نظر سے معجز ہے۔